ڈاکٹر مقصود الحسن نوری

وسطی ایشیا: درپیش چیلنج

اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑی نوآزاد وسط ایشیائی ریاستیں زبردست خطرات سے دوچار ہیں۔ یہ ریاستیں سوویت یونین کے انہدام کے نتیجے میں آزاد ہوئیں۔ ان کی آزادی میں ان کی اپنی کاوش اور جدّوجہد کا کم ہی دخل تھا۔ چنانچہ یہ ریاستیں آزادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نئی صورتِ حال کے لیے تیار نہ تھیں۔ اس لیے یہ سوویت یونین کے اچانک انہدام کے بعد عجیب گومگو کی کیفیت کا شکار ہو گئیں۔ آزادی کی ابتدائی چمک دمک دیکھنے کے بعد ان ریاستوں کا احساس مسرت جاتا رہا۔ سیاسی، فوجی اور اقتصادی امداد کے لیے اکثر نوآزاد ریاستیں رشین فیڈریشن پر مکمل انحصار کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھیں۔ رشین فیڈریشن "آزاد ممالک کی دولتِ مشترکہ" میں کلیدی کردار کی حامل جمہوریہ ہے۔ کرغیزستان اور تاجکستان کی طرح کی بعض نوآزاد ریاستیں باقی ریاستوں سے خاصی دوری پر واقع ہیں۔ چنانچہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے ماسکو پر ان کا انحصار بعض دیگر ریاستوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ تاجکستان نے تو بالخصوص اپنے قومی وقار اور اقتدار اعلیٰ کے منافی اقدامات کرتے ہوئے اپنی سرزمین پر "آزاد ممالک کی دولتِ مشترکہ" کی افواج متعین کی ہوئی ہیں۔ اگرچہ تاجکستان کے پڑوسی ملک کرغیزستان میں نسبتاً جمہوری اقدار زیادہ مستحکم ہیں۔ تاہم یہ جمہوریہ بھی اپنی اقتصادی ضروریات اور ملکی دفاع کے لیے بڑی حد تک روس پر انحصار کرتی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں اس کی طرف سے کسٹم یونین کے معاہدہ میں شمولیت اور روس کے ساتھ دیگر دوطرفہ معاہدات پر دستخط اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ وسطی ایشیا کی ریاستوں کو اقتصادی ترقی کی تنظیم ECO کے ذریعے جنوبی مسلم ممالک کے ساتھ تعاون کو فروغ دینے کے لیے طویل عرصہ درکار ہے جس میں وقت اور سنجیدہ کوششوں کو بڑی حد تک عمل دخل حاصل ہوگا۔ افغانستان میں جاری خانہ جنگی وسطی ایشیا اور پڑوسی مسلم ممالک کے مابین تعلقات کے فروغ میں زبردست رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس خانہ جنگی کی وجہ سے جنوبی مسلم ممالک کے راستے مستقبل کی تجارتی گزرگاہوں کی تعمیر کی کوششیں مسلسل التواء کا شکار رہی ہیں۔

وسطی ایشیا کے پس ماندہ اور غریب ملک کی حیثیت سے تاجکستان کو مستقبل میں کئی چیلنجوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ایک ایسے ملک کی اقتصادی حالت کا تصوّر کیجیے، جس میں گزشتہ چار سال سے خانہ جنگی

جاری ہے۔ اوپر سے آفات ناگہانی (زلزلوں اور سیلابوں) کی بھرمار ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ روسی پیشہ ور ماہرین اور ٹیکنوکریٹ بھی ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ملک کی معیشت کھوکھلی ہو چکی ہے۔ ملکی وسائل میں مسلسل کمی آرہی ہے۔ بے روزگاری تیزی سے بڑھ رہی ہے، افراطِ زر عروج پر ہے اور مجموعی داخلی پیداوار (GDP) رُو بہ زوال ہے۔ تاجکستان اس وقت زرِ مبادلہ کے حصول کے لیے دو چیزوں پر انحصار کر رہا ہے۔ یہ دو اشیاء کپاس اور ایلومینیم ہیں۔ لیکن ان کی فروخت سے حاصل ہونے والے زرِ مبادلہ کی مقدار میں مسلسل کمی آرہی ہے۔ تاجکستان کی زبوں حال معیشت کا تقاضا ہے کہ انقلابی اصلاحات کی جائیں، معیشت میں تنوع پیدا کیا جائے اور بڑے پیمانے پر غیر ملکی سرمایہ کاری کی صورت میں زرِ مبادلہ ملک میں آنے دیا جائے۔ اب صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ کئی تاجک باشندے سوویت دور میں کمیونزم کے زیرِ سایہ گزرنے والے "اچھے پرانے دنوں" کے لوٹ آنے کی خواہش کرنے لگے ہیں۔ تاہم ان مشکل حالات کے باوجود معدودے چند تاجک ہی ماضی کی طرف لوٹنے کو ترجیح دیں گے۔ ان دنوں وسطی ایشیا میں طرح طرح کے "کلچر" جنم لے رہے ہیں۔ کمیونسٹ سے نیشنلسٹ بننے والے حکمران عجیب مخمصے سے دوچار ہیں۔ ایک طرف تو وہ اپنے آپ کو سابق کمیونسٹ آقا [ماسکو] سے دور رکھنے پر مجبور ہیں اور دوسری طرف انہیں اپنی ریاستوں کی "زد پذیری" کے باعث کریملن کے تابع فرمان بھی رہنا پڑ رہا ہے۔

تقریباً تمام جمہوریاؤں کی nco _ communist قیادتیں اپنے اپنے ملک کے اندر نسلی یا مذہبی بنیادوں پر کسی تحریک کے اٹھنے سے خائف دکھائی دیتی ہیں۔ البتہ تاجکستان کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں مختلف سماجی طبقوں کے درمیان جاری خانہ جنگی نے ملک کو واقعتاً نظریاتی بنیادوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ وسطی ایشیا کے دیگر قوم پرست رہنماؤں کی اکثریت نے حزبِ اختلاف کے ساتھ پُرامن رہنے کا راستہ منتخب کیا ہے۔ ان ممالک کے اکثر حکمرانوں نے انتخابات کے بجائے استصواب کے ذریعے اپنے عہدۂ صدارت میں توسیع کی راہ اختیار کی ہے۔ اور یوں یہاں باقی اداروں کی نسبت عہدۂ صدارت کو زیادہ طاقتور بنا دیا گیا ہے۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ تاجکستان میں مشتعل مظاہرین کے ہجوم نے کمیونسٹ پارٹی کے دو سابق رہنماؤں کو اقتدار سے باہر پھینک دیا تھا۔

بعض مبصّرین کے مطابق وسطی ایشیا میں اس وقت نئی، مضبوط اور مؤثر قیادت کے لیے عوام میں شدید تڑپ پائی جاتی ہے۔ وسطی ایشیا میں سیاسی بے چینی کی لہر ۱۹۸۹ء سے محسوس کی جاتی رہی ہے۔ تاہم سوویت یونین کے انہدام کے وقت سوائے کرغیزستان (یہاں کمیونسٹوں نے کمیونزم کو برملا طور پر بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا) اور تاجکستان (جہاں عوامی مظاہرین نے حکمرانوں کو اقتدار سے باہر پھینک دیا تھا) کے دیگر تمام ریاستوں میں سوویت عہد کی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہان بدستور ریاست کی سیاسی مشینری کے مالک و مختار بنے ہوئے ہیں۔ وسطی ایشیا میں نئی قیادت کے نمودار

ہونے کا شدت سے انتظار ہو رہا ہے۔ ایک تجزیہ نگار کے الفاظ میں "وسطی ایشیا کے عوام نے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۹۱ء تک کمر توڑ قحط کے کئی عشرے 'صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیے۔ کمیونسٹوں کے دورِ حکومت میں مؤثر قیادت کی ضرورت پر زور دیا جاتا رہا اور آج اس کی جگہ آئیڈیلزم اور بلند و بالا توقعات نے لے لی ہے"۔ وسطی ایشیا کا خطہ اقتصادی شعبے میں بدستور روس پر انحصار کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ذرائع نقل و حمل، پائپ لائنوں کی تعمیر، مواصلات، مالیات، صنعتی تعامل، اشیائے خورد و نوش کی فراہمی، طبی خدمات اور ادویات کی دستیابی، بڑے بڑے کارخانوں کے انتظام و انصرام، اندرونی اور بیرونی سلامتی برقرار رکھنے اور دوسرے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے یہ خطہ بڑی حد تک روس پر انحصار کرتا ہے۔

"آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کا تجربہ اس لحاظ سے اچھا رہا ہے کہ نوآزاد ریاستوں کی سرحدیں ابھی تک تبدیل نہیں کی گئی ہیں۔ اگرچہ کئی ممالک کے درمیان سرحدی تنازعات موجود ہیں تاہم سرحدات پر کوئی بڑی جنگ نہیں چھڑی ہے۔ تمام ریاستوں (سوائے ازبکستان) کی فوجیں اس وقت تشکیل کے عمل سے گزر رہی ہیں اس لیے جنگ کے امکانات بھی کم ہیں۔ جہاں بھی سرحد پار سے خطرہ کے آثار نمودار ہوئے ہیں وہاں فوراً روس سے مدد مانگ لی گئی ہے۔ اس وقت بھی روسی فوجی دستے سرحدوں کی حفاظت کے بہانے گزشتہ چار سالوں سے تاجکستان میں تعینات ہیں جس کے نتیجے میں وسطی ایشیا کی یہ ریاست روس کی "طفیلی" بن کر رہ گئی ہے۔

وسطی ایشیا - عالمِ اسلام اقتصادی تعلقات

وسطی ایشیا میں مسلم ممالک کی سرمایہ کاری

قدیم اسلامی تہذیب کے وارث خطے وسطی ایشیا اور قفقاز کی چھ بڑی مسلم ریاستوں کو کمیونزم کے آہنی شکنجے سے آزاد ہوئے چند برس ہو چکے ہیں۔ آزادی کے بعد ان ریاستوں کو جدید دور کے گوناگوں چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ۷۰ سال تک گوشہ گمنامی میں رہنے کے بعد اب یہ ریاستیں بیرونی دنیا بالخصوص عالمِ اسلام کے ساتھ از سرِ نو روابط استوار کر رہی ہیں۔ ترکی، پاکستان اور ایران کے سرمایہ کاروں کی طرح اب عرب سرمایہ کار بھی اس خطے کا رُخ کر رہے ہیں۔

اسلامی ترقیاتی بنک کے صدر ڈاکٹر احمد محمد علی کی قیادت میں ۱۷۰ عرب سرمایہ کاروں کے ایک وفد نے فروری ۱۹۹۷ء میں وسطی ایشیا کا دورہ کیا۔ وفد کا یہ دورہ ایک ہفتے پر مشتمل تھا۔ عرب